آبادی کی کہانی

فرض کیجیے کہ ایک گھر ہے جس میں پانچ افراد آرام سے رہتے ہیں۔ یعنی آپ کے امی، ابا، چھوٹا بھائی، چھوٹی بہن اور آپ۔ اب اگر اسی گھر میں پانچ اور افراد رہنے کے لیے آجائیں تو کیا ہوگا؟

سب سے پہلے تو یہ ہوگا کہ جس کمرے میں آپ اور آپ کے بھائی بہن، یعنی تین بچے سویا کرتے تھے وہاں اب کم ازکم تین اور آجائیں گے۔ امی کھانا پکاتے پکاتے تھک جائیں گی۔ انھیں دوسرے کاموں کی فرصت بھی کم ملے گی۔ کھانا اب سب کو پہلے سے کم ملے گا کیونکہ کھانے (اور دوسری چیزوں کا بھی) خرچ بڑھ جائے گا۔ ممکن ہے کہ پانی کی کمی ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ روز نہا نہ سکیں ، اورکپڑے بھی کم دھلیں۔ غرض ہر طرح سے آپ کا گھر پہلے سے کم آرام دہ ہوجائے گا۔

اگر ہماری دنیا میں زیادہ لوگ ہو جائیں تو کچھ اس گھر جیسا حال ہوسکتا ہے۔

آبادی کی پیمائش

انسانی آبادی کا بغور مطالعہ کیا جاتا ہے، جس کے لیے افراد کی گنتی کی جاتی ہے جسے ہم مردم شماری کہتے ہیں۔ جو لوگ آبادی کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں ڈموگرافر کہا جاتاہے۔ ڈموگرافر مردم شماری کے ذریعے آبادی کی صحیح تعداد معلوم کرتے ہیں۔ جس ملک میں مردم شماری ہو رہی ہو وہاں ہر گھرانے کو حکومت کی طرف سے ایک سوال نامہ ملتا ہے جس میں یہ پوچھا جاتا ہے کہ اس گھر میں کتنے افراد رہتے ہیں۔ اور ان کی عمریں کیا ہیں۔

آبادی، پہلے اور اب

انسانی آبادی کی کہانی بہت دلچسپ ہے۔ اس کہانی کا ماضی (پچھلا) اور حال (آج کل) جان کر ڈموگرافر آئندہ کا بھی اندازہ لگا تے ہیں، تاکہ ہم آئندہ کی دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کرسکیں۔

دنیا کی سب سے پہلی مردم‌شماری ۳۰۰ سال پہلے چین میں ہوئی تھی۔ اُس زمانے کے ڈیموگرافر اگر دوبارہ زندہ ہوجائیں اور ان سے موجودہ چین میں مردم شماری کے لیے کہا جائے تو شاید وہ دوبارہ اپنی قبروں میں جانے کو بہتر سمجھیں گے۔ کیوں‌کہ چین کی آبادی اب دیڑھ بلین (۱۴۳۹۳۲۳۷۷۶) کے قریب ہے، جب کہ ان کے زمانے میں پوری دنیا کی آبادی بھی اس سے بہت کم تھی۔ آج چین دنیا کا سب سے گنجان آباد ملک ہے۔

صرف چین ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں آبادی پہلے بہت کم تھی اور آہستہ آہستہ بڑھتی تھی۔ مگر پچھلے چار سو سالوں میں تیزی سے بڑھنے لگی۔ اور بیسویں صدی میں تو آبادی میں اضافے کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔ جیسے سڑک پر چلتی ہوئی ایک سُست سائیکل، تیز رفتار موٹر گاڑی میں تبدیل ہوکر فراٹے بھرتی دور نکل جائے!

آبادی کی اتنے تھوڑے عرصے میں تیزی سے بڑھنے کی وجہ کیا تھی؟

پہلے زمانے میں جو بچے پیدا ہوتے تھے ان میں سے اکثر ایک سال کے اندر ہی مر جاتے تھے۔ نہ وہ کبھی بڑے ہوتے نہ ان کے بچے پیدا ہوتے۔ اس طرح آبادی زیادہ نہیں بڑھ پاتی تھی۔

مگر بیسویں صدی میں سائنس نے بہت ترقی کی، اور بہت سی بیماریوں کے علاج دریافت کر لیے۔ یہ سائنسی ترقی جن علاقوں میں ہوئی (مثلاً یورپ، امریکہ، آسٹریلیا) وہاں کے رہنے والوں کی صحت بہتر ہوئی اور بچپن میں مرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران دنیا کے مختلف ملکوں کے باشندوں کا آپس میں ساتھ رہا (کیوں کہ جنگ میں وہ مل کر دشمن سے لڑے)۔

حکومتوں کو اس زمانے میں احساس ہوا کہ دنیا کے ملکوں کو ایک دوسرے کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مواصلات (ریڈیو، تار، فون) کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا شروع کیا۔ ترقی یافتہ ملک یہ چاہتے تھے کہ دنیا کے زیادہ سے زیادہ ممالک ان کے دوست بنیں، اور ان کی طرف‌داری کریں۔ چنانچہ وہ ریڈیو ، اخبار وغیرہ کے ذریعے انہیں اچھی اچھی اور مفید باتیں جو انہوں نے سائنس سے سیکھی تھیں، بتانے لگے۔ اس طرح طب (ڈاکٹری) کے بارے میں معلومات ان ممالک میں بھی پہنچنے لگیں جہاں تعلیم کمی اور غربت تھی۔ جب ان غریب ملکوں میں سائنس کی نئی معلومات پہنچنے لگیں تو یہاں بھی بچپن میں مرنے والوں کی تعداد کم ہوگئی۔ اب یہ بچے بڑے ہوءے اور ان کے بھی بچے پیدا ہوئے۔ اس طرح ۱۹۵۰ سے ۱۹۹۰ کے درمیان دنیا کی آبادی میں ایک دھماکے جیسا زبردست اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ ایشیا، افریقہ، اور جنوبی امریکہ کے غریب ممالک میں ہوا جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔

مگر اس دوران میں یورپ اور امریکہ کے امیر ملکوں میں آبادی اتنی زیادہ نہیں بڑھی، حالانکہ ان ملکوں میں تو پہلے ہی بچوں کی صحتیں اچھی ہوگئی تھیں اور ان کی موتیں کم ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ممالک کے باشندوں نے سوچا کہ اگر ہمارے بچے کم ہوں تو ہم انہیں زیادہ اچھی غذا اور زیادہ اچھی تعلیم دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بچے پیدا کرنا ہی کم کردیا۔

مگر غریب ملکوں نے بچے پیدا کرنا کم نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ غریب ممالک میں بہت سے لوگوں کو پڑھنا نہیں آتا۔ اس لیے انہیں یہ بات سمجھانا مشکل ہے کہ آبادی کم کرنے میں ان کا اور ملک کا کتنا فائدہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ غریب ملکوں کی حکومتیں بوڑھے لوگوں کی دیکھ بھال پر پیسہ نہیں خرچ کرتیں اس لیے وہاں کے رہنے والوں کا خیال ہے کہ اگر زیادہ بچے ہوں تو وہ ان کو بڑھاپے میں کما کر کھلائیں گے اور ان کا خیال رکھیں گے۔ لہذا غریب ملکوں کی آبادی بہت تیزی سے بڑھتی ہے جب کہ زیادہ تر امیر اور تعلیم یافتہ ممالک میں آبادی تقریباً ٹھیری ہوئی ہے۔

بڑی آبادی کے خطرے

آبادی کے تیزی سے بڑھنے میں کئی خطرے ہیں۔ دنیا میں سب کے کھانے کے لیے خوراک تو بہت ہے مگر یہ خوراک کہیں زیادہ ہے تو کہیں کم ہے۔ نہ ہی سب لوگوں کے پاس برابر کا روپیہ ہے کہ وہ برابر کی خوراک خرید سکیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کی دنیا میں ۶۹۰ ملین (یعنی ۶۹۰۰ لاکھ) انسان بھوکے رہتے ہیں۔

اگر آبادی بڑی ہو تو قدرتی وسائل (مثلاً رہنے اور خوراک اگانے کی زمین، جنگل، دھاتیں وغیرہ) بھی جلدی ختم ہوجائیں۔ اس کے علاوہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے علاج اور تعلیم کا خرچ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ غریب ملک اسے پورا نہیں کر سکتے۔

جب لوگ کم پڑھے لکھے ہوں تو انھیں نوکری مشکل سے ملتی ہے۔ اس طرح بڑی آبادی والے ممالک میں اگر غربت بھی ہو تو بے روزگاری کا مسئلہ رہتا ہے۔

آج کل ایک اور بڑا خطرہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ کہ جب کوئلہ، تیل، اور گیس جلتے ہیں تو وہ کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس خارج کرتے ہیں۔ یہ گیس ہماری دنیا کو اتنا گرم کردیتی ہے کہ برف کے پگھلنے سے دریاؤں میں سیلاب آجاتے ہیں اور سمندر کی سطح اونچی ہونے لگتی ہے ، جو کہ جزیروں اور سمندر کے قریب بسے ہوئے شہروں کے لیے خطرناک ہے۔ گرین ہاؤز گیسوں کی وجہ سے ہوتے ہوئے ان حالات کو تبدیلیِ موسم کہتے ہیں۔ موسم میں اس قسم کی تبدیلی لانے میں بڑھتی ہوئی آبادی کا بڑا ہاتھ ہے۔
(اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے آپ اس ویب‌سائٹ پر تبدیلی موسم، گرین‌ہاؤز گیسس، اور ان سے منسلک دو اور مضامین ضرور پڑھیے۔یہ آج‌کل کا ایک بےحد اہم موضوع ہے اور ہر فرد کو اس کے بارے میں معلومات ہونی چاہیئں)۔

ظاہر ہے کہ آبادی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی تیل پر چلنے والی گاڑیوں، کوئلے سے بننے والے سیمنٹ، اور کھانا پکانے اور دوسرے کاموں کے لیے گیس کی ضرورت بھی بڑھے گی۔ ساتھ ہی گرین ہاؤز گیس بھی فضا میں بڑھے گی اور تبدیلیِ موسم سے دنیا کو خطرہ بھی بڑھتا جائے گا۔

آمنہ اظفر

یہ مضمون اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی اجازت سے دوبارہ پیش کیا گیا ہے۔
© اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس ۲۰۱۱